ابو محفوظ معروف بن فیروز الکرخیؒ

نام و نسب معروف نام، ابو محفوظ کنیت، والد کا نام فیروز یا فیروزان تھا۔ بغداد میں ایک محلہ ہے کرخ وہاں کے باشندے تھے، اس لیے کرخی کہلاتے ہیں۔

عام حالات حضرت معروف کا شمار اگرچہ علماء اور محدثین میں نہیں ہے لیکن درحقیقت وہ بحرِ ناپیدا کنارِ روحانیت و معرفت کے لیسے کامیاب شناور تھے کہ اُن کی اس صفت کے سامنے علم ظاہر کے کمال کی کمی کچھ زیادہ محسوس نہیں ہوتی۔ ان کا شمار کبار اولیاء اللہ میں ہوتا ہے اُن کی نظر حقیقت آشنا تھی۔ مجاز کے حجابات راہ میں حائل نہیں ہوسکتے تھے۔ اُن کا علم قیاس و تخمین کی حد بندیوں سے بہت بلند، ایمان و یقین کی تابناک بخشیوں سے صد آفتاب درکنار تھا۔ حضرت علی بن موسیٰ الرضا کے غلام تھے۔

بچپن بچپن سے ہی لیسے آثار ظاہر ہونے شروع ہوگئے تھے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ آگے چل کر زمانہ کی ایک نادر شخصیت بننے والے ہیں۔ ان کے والدین عیسائی تھے اپنے دستور کے مطابق اُنہوں نے حضرت معروف کو ایک عیسائی معلم کے پاس پڑھنے کے لیے بٹھا دیا۔ ان کا اُستاد کہتا "کہو خدا تین معبودوں میں سے ایک معبود ہے" لیکن یہ فرماتے "نہیں بلکہ وہ ایک ہی ہے" معلم عیسائی تھا، اور سخت متعصب۔ ایک بچہ سے اپنے عقیدہ کے خلاف یہ جملہ

۱؎ یہ سب حالات تاریخ ابن خلکان ج ۲ ص ۴۴ و تاریخ خطیب بغدادی ج ۱۳ از صفحہ ۱۹۹ تا صفحہ ۲۰۸ اور صفۃ الصفوۃ ج ۲ از صفحہ ۱۷۹ تا صفحہ ۱۸۳ سے ماخوذ ہیں۔ علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت معروف کرخی کے حالات میں الگ ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے۔

کس طرح سُن سکتا تھا، غضبناک ہو کر وہ انہیں سخت زد و کوب کرتا۔ کشمکش زیادہ بڑھی تو حضرت معروف اپنا گھر چھوڑ کر نکل بھاگے۔ ماں باپ کو اور خصوصاً ماں کو بیحد محبت تھی۔ فرقتِ پسر ناقابل برداشت ہوگئی تو دونوں نے کہنا شروع کیا اے کاش معروف واپس تو آجائے ہم بھی وہی دین اختیار کرلینگے جسے وہ اختیار کرچکا ہے۔ اور اس معاملہ میں اُس کا اتباع کرینگے۔ میاں معروف کئی سال تک وادی غربت میں دشت پیمائی کرتے رہے۔ توفیق خداوندی نے ہاتھ پکڑا، تبلیغ اسلام کے جوش نے حوصلہ دلایا ــــ گھر کی اصلاح کے جذبہ نے ہمت کو اُبھارا۔ پہلے خود حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ کے دستِ مبارک پر باقاعدہ مشرف باسلام ہوئے۔ پھر والدین کے گھر کا رُخ کیا۔ دروازہ پر پہنچ کر کنڈی کھٹکھٹائی۔ اندر سے آواز آئی کون ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا "میں ہوں معروف" پوچھا گیا "کس دین پر؟" بولے "علی الاسلام" اسلام پر۔ یہ سُنتے ہی ماں باپ اپنے قول کے مطابق اسلام لے آئے۔ اس طرح یہ مکتب سے بھاگا ہوا بچہ دو سنجیدہ اور عقیل و فہیم بوڑھوں کی ہدایت کا سبب بنا۔

خوفِ خدا اُن پر خوفِ خدا کا غلبہ اس درجہ تھا، اور حق یہ ہے کہ بحکم رأس الحکمۃ مخافۃ اللہ یہی تمام نیکیوں اور سعادتمندیوں کا سرچشمہ ہے کہ یحییٰ بن جعفر بیان کرتے ہیں۔ میں نے ایک مرتبہ حضرت معروف کو دیکھا اذان دے رہے تھے۔ جب اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کہا تو مارے دہشت و خوف کے اُن کی داڑھی اور زلفوں کے بال کھڑے ہوگئے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اذان دیتے اور اقامت بھی کہہ لیتے تھے، لیکن نماز پڑھانے کی جرأت کبھی نہیں کرتے تھے۔

دنیا سے بے رغبتی جس شخص کے دل میں خشیتِ ربانی نے استیلاء پالیا ہو، اُس کی نظر میں دنیوی لذائذ و مرغوبات کی کیا وقعت ہوسکتی ہے۔ چنانچہ حضرت معروف بھی دنیا سے بالکل بے تعلق رہتے تھے۔ انتہا یہ ہے، ان کی وفات ہونے لگی تو لوگوں نے اصرار کیا کچھ وصیت کیجیے۔ فرمایا: میں

مرجاؤں تو میری قمیص کا بھی صدقہ کردینا۔ میں چاہتا ہوں کہ دنیا سے جاؤں تو جس طرح یہاں برہنہ آیا تھا، اُسی طرح یہاں سے بھی برہنہ ہوکر جاؤں۔ سری سقطیؒ جو خود اکابر فقراءِ اسلام میں شامل ہیں، انہوں نے ایک مرتبہ حضرتِ معروف سے سوال کیا "لوگ کب اللہ کی پوری اطاعت پر قادر ہوسکتے ہیں؟" ارشاد ہوا "اُس وقت جبکہ دنیا کی محبت اُن کے دلوں سے خارج ہوجائے اگر دنیا کی محبت سے اُن کے دل فارغ نہیں ہیں تو اُن کا ایک سجدہ بھی درست نہیں ہوسکتا"

وہ عمر کے ایک لمحہ کو بھی ضائع دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ خود اس پر عامل تھے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ اُن کے پاس چند اشخاص کی ایک جماعت آکر بیٹھ گئی اور دیر تک بیٹھی رہی۔ آخر کار آپ نے فرمایا "کیا تم نہیں چاہتے کہ اب مجلس ختم کردو۔ حالانکہ آفتاب جس رفتار سے چل رہا ہے اُس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے"

استغراق فی التوحید | کمالِ توحید یہ ہے کہ انسان اپنے تمام معاملات میں صرف خدا کی طرف رجوع کرے۔ اور اُس کے ماسوا کسی اور سے اپنی کوئی حاجت متعلق نہ سمجھے، حضرت معروف ایک دفعہ کوفہ کے بازار سے گذر رہے تھے، وہاں اُنہوں نے دیکھا کہ اُس عہد کے مشہور واعظ ابن السماک وعظ کہہ رہے ہیں۔ یہ بھی سُننے کھڑے ہوگئے۔ اُس وقت ابن السماک کہہ رہے تھے "جو شخص اللہ کی طرف اپنے دل سے متوجہ ہوتا ہے۔ اللہ بھی اُس کی جانب کامل التفات فرماتا ہے، اور جو شخص کبھی کبھی اللہ کو یاد کرلیتا ہے، اللہ بھی اُسے کبھی کبھی یاد کرتا ہے"۔ حضرت معروف کرخی کا بیان ہے "میں اس وعظ سے بے انتہا متاثر ہوا۔ اور میں نے آئندہ کے لیے عزم بالجزم کرلیا کہ اب اپنے مولیٰ حضرتِ علی بن موسیٰ الرضا کی خدمت کے علاوہ دنیا کی کسی چیز کی طرف توجہ نہیں کرونگا اور ہمہ تن خدا کی طرف ہی متوجہ رہونگا۔ یہاں سے روانہ ہوکر میں حضرت علی بن موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اُن کو یہ پوری سرگذشت سُنائی تو انہوں

نے فرمایا" اگر آپ نصیحت پذیر ہونا چاہیں تو یہی ایک نصیحت آپ کے لیے بہت کافی ہے" واقعات سے ثابت ہے کہ حضرت معروف کی تمام زندگی اس اثر سے اخیر دم تک روشن رہی۔ اور وہ فنا فی التوحید کے جام جان نواز سے ایسے سرشار و مست ہوئے کہ غیر اللہ سے انہیں کوئی علاقہ ہی نہیں رہا۔

ایک شخص نے اُن سے کسی نصیحت کی درخواست کی، آپ نے فرمایا" اللہ پر توکل کرو۔ یہاں تک کہ وہ تمہارا جلیس وانیس بنجائے، اور وہی تمہاری شکایتوں کا مرجع ہو۔ اور تم موت کا ذکر زیادہ کرو جس کی وجہ سے تمہارا جلیس سوائے خدا کے کوئی اور ہو ہی نہ سکے اور یہ سمجھ لو کہ لوگ تم کو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ ضرر۔ وہ تم کو کوئی چیز دے سکتے ہیں اور نہ کسی چیز سے منع کر سکتے ہیں"

رحمتِ خداوندی پر بھروسہ | اس فنا فی التوحید کا ہی نتیجہ تھا کہ وہ خدا کی رحمت کے تصور سے بار بار اپنے دل کو تسکین دیتے اور یاس و نا اُمیدی کو غالب نہیں ہونے دیتے تھے وہ بسا اوقات علی الصباح اُٹھ کر یہ شعر پڑھتے تھے۔

ای شیٔ ترید منی الذنوب | شغفت بی فلیس عنّی تغیبُ
ما یضر الذنوب لو اعتقتنی | رحمتی لی فقد علانی المشیبُ

ترجمہ:-"اِن گناہوں نے آخر میرے متعلق ارادہ کس چیز کا کیا ہے۔ یہ مجھ سے چمٹ گئے ہیں اور غائب نہیں ہوتے۔ اچھا اگر اللہ کی رحمت نے مجھ کو آزاد کر دیا تو اب جبکہ مجھ پر بڑھاپا غالب ہو گیا ہے، یہ گناہ مجھ کو کیا نقصان پہنچا سکینگے"۔

دعاءِ خیر | دوسروں کو اگر بُرے کاموں میں مبتلا دیکھتے تو اُن کے حق میں دعاء بد نہیں بلکہ ہمیشہ دعاءِ خیر کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ بغداد میں دریائے دجلہ کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے کہ سامنے سے چند

رنگیں مزاج نوجوان ایک کشتی میں بیٹھے ہوئے گاتے بجاتے اور شراب کے جام چھلکاتے ہوئے گذر رہے تھے۔ یہ منظر اندوہگین دیکھ کر آپ کے ساتھیوں نے کہا "حضرت! آپ ملاحظہ نہیں فرماتے یہ لوگ پانی میں اللہ کی نافرمانی کر رہے ہیں۔ آپ ان کے حق میں دعاءِ بد کیجیے" حضرت معروف کرخی نے آسمان کی جانب ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا کی "اے میرے معبود، اے میرے آقا و مولا میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو ان کو جنت کی مسرتیں بھی اسی طرح عنایت فرما جس طرح تو نے ان کے لیے دنیا کی مسرتیں ارزاں کر رکھی ہیں"۔ آپ کے ساتھیوں نے کہا "ہم نے تو آپ سے عرض کی تھی ان کمبختوں کے لیے دعاءِ بد کیجیے" آپ نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ جب آخرت میں ان کے لیے سامانِ فرحت و انبساط مہیا کریگا تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس نے دنیا میں ان کے گناہ معاف کر دیے ہیں (اس سے ان غریبوں کا بھلا ہو جائیگا) اور تمہیں کوئی نقصان پہنچیگا نہیں"۔

عبادت کا اخفا شب روز عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے، لیکن اس کا اظہار نہ کرتے تھے اور حتی الوسع اسے مخفی رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ واقعی طور پر صائم النہار اور قائم اللیل تھے۔ ان کے مرض وفات میں ایک دفعہ ایک شخص نے ان سے پوچھا "آپ اپنے روزوں کی نسبت مجھ سے کچھ بیان فرمائیے" کہنے لگے "حضرتِ عیسیٰؑ ایسا ایسا روزہ رکھتے تھے" سائل بولا "میں آپ کے روزہ سے متعلق سوال کرتا ہوں" فرمایا "حضرت داؤدؑ اس اس طرح روزہ رکھتے تھے"۔ پھر سائل نے وہی کہا کہ میں تو آپ کے روزوں کی نسبت پوچھ رہا ہوں" آپ نے جواب دیا۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس اس طرح روزہ رکھتے تھے" اس مرتبہ سائل نے پھر اسی سوال کا اعادہ کیا تو آپ نے فرمایا "رہا میں! تو ہمیشہ روزے سے رہتا تھا لیکن اگر کوئی شخص میری دعوت کرتا تو میں کھانا کھا لیتا تھا اور یہ نہیں کہتا تھا کہ میں روزہ سے ہوں"

محمد بن منصور کی روایت ہے کہ میں نے ایک دن حضرت معروف کی خدمت میں حاضر ہوکر دیکھا کہ اُن کے چہرہ پر زخم کا کوئی نشان ہے، میں نے چاہا کہ اُن سے اس کی وجہ دریافت کروں لیکن اُن کے رعب و جلال کی وجہ سے ہمت نہ ہوئی۔ اُن کے پاس ایک اور شخص بھی بیٹھا ہوا تھا جو مجھ سے زیادہ جری تھا، اُس سے نہ رہا گیا، اور اس زخم کا سبب پوچھ ہی بیٹھا حضرت معروف نے بات کو ٹالنے کے لیے فرمایا "بھائی تم اپنا کام کرو۔ اس نوع کے سوالات سے تم کو کیا فائدہ پہنچیگا۔ اُس نے دوبارہ پھر اصرار کیا۔ اس مرتبہ بھی حضرت معروف نے وہی جواب دیا۔ مگر جب تیسری مرتبہ اُس نے سوال کیا اور زیادہ اصرار کے ساتھ، تو آپ کو فرمانا پڑا "میں گذشتہ رات بیت الحرام چلا گیا تھا۔ جب بیر زمزم پر پانی پینے کے لیے حاضر ہوا تو وہاں میرا پاؤں پھسل گیا اور میرا چہرہ دروازہ سے ٹکرا گیا۔ یہ نشان اُسی وجہ سے ہے"

اس واقعہ سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معروف صاحب کرامت بزرگ تھے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے احوال و مزایا کا اخفا بہت کرتے تھے۔

مقبولیت دعا وہ مستجاب الدعا تھے، اُن کے زمانہ میں ایک شخص خلیل الصیاد نامی تھے۔ اُن کا بیٹا ایک دفعہ گھر سے نکل کر انبار پہنچ گیا، ماں بید پریشان تھی، خلیل نے حضرتِ معروف کی خدمت میں حاضر ہوکر پورا ماجرا سنایا۔ اور لڑکے کی واپسی کے لیے دعا کی درخواست پیش کی۔ آپ نے دعا کی "اے اللہ! کوئی شبہ نہیں، آسمان تیرا آسمان ہے۔ اور زمین تیری زمین ہے اور جو کچھ زمین و آسمان کے درمیان ہے وہ بھی تیرا ہی ہے۔ تو اس لڑکے کو یہاں پہنچا دے"۔ خلیل کہتے ہیں "میں اس کے بعد باب الشام تک ہی آیا تھا کہ دیکھا کیا ہوں لڑکا کھڑا ہوا ہے"

رحمتِ خداوندی کی جستجو اور طلب ہمیشہ رحمتِ ایزدی کی طلب و جستجو میں سرگرم رہتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک سقہ کے پاس سے گذر رہے تھے وہ کہہ رہا تھا "اللہ اُس پر رحم کرے جو اس پانی کو پی کر

جائے" حضرت معروف اس وقت روزے سے تھے لیکن یہ سن کر آگے بڑھے اور پانی پی کر فرمانے لگے "کیا عجب ہے اللہ تعالیٰ اس سقہ کی دعا کو ہی قبول فرمالے"

شفقت علی الخلق | اخلاق فاضلہ میں سے ایک بڑا خلق یہ ہے کہ انسان کے دل میں اپنے ہم جنسوں کے لیے جذبۂ محبت و انسیت ہو۔ اور وہ اُن کے دکھ درد میں پورا شریک بنا رہے۔ حضرت معروف کی ذات اس خلقِ عظیم سے بھی بہرہ وافر رکھتی تھی۔ حضرت سری فرماتے تھے "تم مجھ میں جو کچھ دیکھتے ہو وہ سب حضرتِ معروف کی برکات ہیں۔ ہیں ایک مرتبہ عید کی نماز سے واپس آرہا تھا کہ راستہ میں حضرت معروف مل گئے، اُن کے ساتھ ایک لڑکا تھا۔ پراگندہ مو، اور آشفتہ رو۔ میں نے پوچھا حضرت! یہ کون ہے؟" ارشاد ہوا "سب بچے کھیل رہے تھے، یہ غریب دل گرفتگی کے ساتھ ایک طرف الگ کھڑا ہوا تھا، میں نے اس سے پوچھا "میاں! تم کیوں نہیں کھیلتے" بچہ بولا "میں یتیم ہوں" یہ سن کر حضرتِ معروف نے بچہ کا ہاتھ پکڑا۔ اور اپنے ساتھ لے آئے۔ وہ اس سے بڑی محبت کرتے تھے اور اُس کی دلجوئی کے لیے اخروٹ اور بادام کے مغز جمع رکھتے تھے۔

علم وفضل | حضرتِ معروف کا شمار اگرچہ کبار اولیاء اللہ میں ہوتا ہے، اور وہ زیادہ تر اسی حیثیت سے روشناس ہیں لیکن علم لدنی اور معرفت روحانی کے علاوہ وہ علم ظاہر میں بھی کم نہیں تھے۔ علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بن معین اور امام احمد بن حنبل اُن کے پاس اکثر مسئلے مسائل یا احادیث لکھتے تھے لیکن حق یہ ہے جس کا آئینہ قلب جمال حقیقت کی ضیا باریوں سے عکس پذیر ہو رہا ہو اُس کے لیے علوم رسمیہ و ظاہریہ کی ایسی ضرورت ہی کیا ہے۔ اور اگر اُس میں ان چیزوں کی کمی بھی پائی جائے تو اُس کے کمالاتِ معنوی و روحانی کے مقابلہ میں وہ چنداں قابل اعتنا نہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ امام احمد بن حنبل کی مجلس میں حضرت معروف کا ذکر آیا ایک شخص بول اٹھا "وہ تو کوتاہ علم ہیں" امام احمد کو یہ سن کر تاب سکوت نہ رہی۔ آپ نے فرمایا

اے شخص خاموش رہ! خدا تجھ کو معاف کرے۔ حضرت معروف جن حقیقتوں سے آشنا ہیں کیا علم کا مقصد اُن کے علاوہ کچھ اور بھی ہے؟" ایک دفعہ امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے نے اپنے پدر بزرگوار سے پوچھا "کیا حضرت معروف عالم بھی تھے؟" آپ نے ارشاد فرمایا "اے بیٹے! کان معہ راس العلم، خشیۃ اللہ" اُن کے پاس تو علم کی جڑ تھی یعنی خدا کا خوف۔

کرامات و فیاضی علامہ بغدادی نے "کراماتِ معروف" کا ایک مستقل عنوان قائم کر کے حضرتِ معروف کرخی کے چند حیرت انگیز واقعات نقل کیے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بڑے صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ انتہا درجہ کے فیاض، سیر چشم، ہمدرد خلائق، اور مصیبت زدوں کے مدد و معاون تھے۔ ابو العباس المؤدب بیان کرتے ہیں کہ میرے پڑوس میں ایک ہاشمی رہتا تھا، یہ غریب نہایت مفلوک الحال اور عسرت زدہ تھا، ایک دن اس کے گھر میں بچہ کی ولادت ہوئی۔ بیوی نے تنگ آکر کہا "اس وقت میری جو کچھ حالت ہے تم پر اچھی طرح روشن ہے۔ صبح کو کھانے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ ادھر میری ناطاقتی حد سے زیادہ بڑھتی جاتی ہے۔ ضروری ہے کہ کچھ نہ کچھ کھاؤں" اس وقت رات زیادہ گذر چکی تھی، توکّل بخدا یہ غریب ہاشمی طلبِ رزق میں اُسی وقت گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ ایک بقّال کے پاس آیا، اُس کو اپنی داستانِ مصیبت سُنائی۔ اور بطور قرض کچھ چیزیں طلب کیں۔ ہاشمی بقّال کا پہلے سے مقروض تھا۔ اُس نے مزید قرض دینے سے انکار کر دیا۔ یہاں سے مایوس و ناکام ہو ہاشمی غریب نے ایک دوسرے بقّال کی دکان کا رُخ کیا۔ اس سے پہلے سے کچھ جان پہچان تھی لیکن یہاں بھی وہی صورت پیش آئی۔ اب اس حسرت زدہ و ناکام کی سراسیمگی و پریشانی کی کوئی حد نہ رہی۔ زمین اپنی تمام وسعتوں کے باوجود تنگ نظر آتی تھی اور کوئی تدبیر اس فشارِ الم سے بچنے کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ اسی عالمِ حیرت و بیخودی میں دریائے دجلہ کی طرف رُخ کر دیا۔ لبِ ساحل

پہنچ کر سنا کہ ملاح بغداد کے مختلف محلوں کا نام لے لے کر پکار رہا ہے کہ کسی کو ان محلوں میں سے کسی محلہ میں جانا ہو تو کشتی میں آجائے۔ ہاشمی نے ملاح کو آواز دی اس نے اپنی کشتی کنارے سے لگادی۔ ملاح نے پوچھا کہاں جاؤگے؟" ہاشمی بولا "مجھ کو پتہ نہیں" ملاح کہنے لگا "میں نے تم سے زیادہ عجیب وغریب کوئی شخص آج تک نہیں دیکھا۔ ایسے ناوقت میں تم کو اپنی کشتی میں بٹھا کر لیجا رہا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ کہاں جاؤگے، تم جواب دیتے ہو مجھے معلوم نہیں" مظلومیت کے احساس نے دل وجگر کو محرومی وناکامی کے دھوئیں سے دخان زار بنادیا۔ آنکھیں پُر نم ہوگئیں۔ اور ہاشمی نے مجبور ہوکر ملاح کو بھی اپنی داستان غم کہہ سنائی۔ ملاح کا دل پسیج اٹھا اور اس نے تسلی دیتے ہوئے کہا "گھبراؤ نہیں۔ میں تمہیں اصحاب الساج کے محلہ میں پہنچائے دیتا ہوں وہاں امید ہے تمہیں اپنے مقصد میں کامیابی ہوگی۔ چنانچہ ملاح ہاشمی کو لے کر اصحاب الساج محلہ کی ایک مسجد میں آیا جہاں حضرت معروف کرخی تشریف رکھتے تھے۔ ہاشمی نے ملاح کی ہدایت کے بموجب وضو کیا، اور مسجد میں داخل ہوکر حضرت معروف کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ حضرتِ معروف اس وقت نماز پڑھ رہے تھے نماز سے فراغت کے بعد وہ ہاشمی کی طرف متوجہ ہوئے، علیک سلیک کے بعد آپ نے حال پوچھا اور یہاں ایسے وقت میں آنے کی وجہ دریافت کی۔ ہاشمی نے اپنا پورا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے یہ سُن کر پھر اپنی نماز شروع کردی۔ اتنے میں بادل آئے، اور اس زور کی بارش برسی کہ جل تھل بھر گئے۔ مفلسی میں آٹا گیلا۔ بیچارے ہاشمی کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہوگئے۔ بیوی کو مفلسانہ زچگی کے عالم بیکسی میں تنہا چھوڑ کر آیا تھا مقصد اب تک حاصل نہیں ہوا تھا۔ رات تیرہ وتار، مسافت بعید، اور بارش موسلا دھار، اب غریب کے لیے یہ بھی ممکن نہیں کہ فقر وفاقہ کے ساتھ ہی سہی اپنی بیوی کے پاس تو پہنچ جائے۔ ہاشمی کا توسنِ فکر وخیال فرطِ غم والم میں انہی افکارِ پریشان کے تھپیڑوں سے کھیل رہا تھا کہ یکایک مسجد کے دوا:

پر کسی سواری کی آہٹ محسوس ہوئی، چند لمحوں کے بعد ہی دیکھا کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، اور حضرت معروف کرخی کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا "میں فلاں شخص کا بھیجا ہوا قاصد ہوں۔ وہ صاحب آپ کو سلام کہتے ہیں، اور کہتے ہیں "میں اپنے بستر پر سو رہا تھا جسم پر فقط تہبند تھا کہ ناگاہ میری آنکھ کھل گئی۔ اور میں نے اپنے اوپر اللہ کی ایک بڑی نعمت دیکھی۔ اب میں اسی کے شکرانہ میں آپ کے پاس یہ پانسو دینار کی ایک تھیلی بھیج رہا ہوں۔ آپ اسے مستحقین میں تقسیم کر دیجیے" حضرت معروف نے قاصد سے فرمایا "تم یہ تھیلی ان کو (ہاشمی کو) دیدو" قاصد نے حکم کی تعمیل کی۔ ہاشمی نے خوش ہو کر یہ تھیلی کمر سے باندھی۔ اور کیچڑ اور گڑھے میں گھستا، چلتا پھرتا بڑی مشکل سے بقال کی دکان پر آیا، اور یہاں سے شہد، شکر، شیرہ، چاول اور روغن لے کر گھر آیا۔ یہاں بیوی شدتِ انتظار میں جاں بلب ہو گئی تھی۔ ہاشمی کو دیکھتے ہی برا بھلا کہنے لگی۔ تب ہاشمی نے اپنی پوری سرگذشت سنائی، جس سے بیوی کی جان میں جان آئی۔ دونوں نے مل کر حضرت معروف کرخی کو دعائیں دیں۔ ہاشمی نے ان دنانیر سے ایک جائداد خرید لی۔ فقر و مصیبت کے دن ختم ہوئے۔ اور پہلے جس گھر میں فلاکت و افلاس کا دور دورہ تھا وہ اب مسرت و شادمانی کا گہوارہ بن گیا۔

اسی طرح کا ایک مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک شخص حضرت معروف کرخی کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہنے لگا "رات میرے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے، میں چاہتا ہوں کہ اس بچہ کی نگاہ آپ پر پڑے اور وہ میرے لیے سرمایۂ سعادت و برکت ہو" حضرت معروف نے فرمایا "تم سو مرتبہ "ماشاء اللہ کان" پڑھو" یہ شخص سو مرتبہ پڑھ چکا تو آپ نے پھر دوبارہ اس کو سو مرتبہ پڑھنے کا حکم دیا۔ غرض یہ ہے کہ اس طرح اس شخص نے پانسو مرتبہ یہ وظیفہ پڑھا۔ اس دفعہ یہ وظیفہ تمام ہوا ہی تھا کہ خلیفہ ہارون رشید کی مشہور بیوی زبیدہ کا ایک نوکر پانسو درہم کی ایک تھیلی لیے ہوئے حاضر ہوا اور ملکہ کی طرف سے سلام و پیام پہنچاتے ہوئے کہنے لگا۔ آپ ان دراہم کو مستحقین میں تقسیم کر دیجئے

حضرت معروف نے یہ تھیلی سب کی سب اس شخص کو دیدی، اور فرمایا "اگر تم وظیفہ پانسو مرتبہ سے زیادہ پڑھتے تو تمہیں روپیہ بھی اس سے زیادہ ملتا۔"

اسی سلسلہ میں ایک پُر لطف و عجیب یہ واقعہ ہے کہ حضرت معروف کے خاندان میں کوئی تقریب شادی تھی، ان کے بھائی نے ان کو دوکان پر بٹھادیا تاکہ وہ اُس کی رکھوالی اور نگرانی کریں یہاں سائلوں کا تانتا بندھ گیا۔ اور حضرت معروف کسی سائل کو رد کرنا جانتے نہیں تھے جو آیا اور اس نے جتنا مانگا وہ اُس کے حوالہ کر دیتے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ دکان آٹے سے خالی ہو گئی۔ حضرت معروف کے بھائیوں نے پوچھا "آٹا کیا ہوا؟" آپ نے فرمایا "بتاؤ آٹا کتنے کا تھا۔ وہ دیکھو اُس صندوق میں اُس کی تمام قیمت محفوظ ہے۔ حضرت معروف کے بھائیوں نے صندوق کھولکر دیکھا تو واقعی اُس میں تمام آٹے کی قیمت جمع تھی۔

ایک یہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے جو محمد بن منصور الطوسی کا خود بیان کیا ہوا ہے کہتے ہیں۔ "میں نے ایک مرتبہ روزہ رکھا اور عہد یہ کیا کہ سوائے مال طیب کے کسی اور چیز سے روزہ افطار نہیں کرونگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پے بہ پے تین دن گذر گئے اور مجھ کو روزہ افطار کرنے کے لیے کوئی طیب چیز نہیں ملی۔ جب چوتھا دن ہوا تو میں نے دل میں عزم بالجزم کیا کہ آج شب کو کسی بزرگ کے ہاں جاکر جن کا کھانا سر بسر حلال و طیب ہو روزہ افطار کرونگا۔ چنانچہ میں حضرت معروف کرخی کی خدمت میں حاضر ہوا، اُنہیں سلام کیا اور پاس ہی جاکر بیٹھ گیا۔ آپ نمازِ مغرب ادا کرنے کے بعد مسجد سے باہر آئے تو میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "اے طوسی! تم اپنے بھائی کے پاس جاؤ اور شب کا کھانا بھی اُن کے ساتھ ہی کھاؤ۔ طوسی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ چار دن تو ہو گئے مسلسل روزہ رکھتے ہوئے اور اب بھی پتہ نہیں کہ کھانا کس قسم کا کھانا پڑیگا۔ حضرت معروف کرخی سے میں نے عرض کیا "حضرت! میرے پاس طعام شب ہے کہاں! لیکن آپکے

میرے کہنے پر کچھ توجہ نہیں کی اور پھر اُسی بات کا اعادہ کیا۔ میں نے بھی اُس کے جواب میں وہی کہا دو مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ تیسری بار پھر بھی گفتگو ہوئی تو حضرت معروف میرا جواب سن کر تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہے۔ اور اس کے بعد ارشاد فرمایا "اچھا تم میرے پاس آؤ۔" میں ضعف و نقاہت کی وجہ سے بیدم ہو رہا تھا۔ بہ مشکل تمام اُٹھا اور حضرت کرخی کے بائیں جانب جاکر بیٹھ گیا۔ حضرت معروف نے میرا داہنا ہاتھ پکڑا اور اُس کو اپنے بائیں ہاتھ کی آستین میں داخل کر دیا۔ مجھ کو آستین میں ایک سفرجل ملا جس پر دانت سے کاٹنے کے نشانات تھے۔ میں نے اُسے کھایا تو اس کا ذائقہ عجیب و غریب تھا۔ میں نے آج تک اس طرح کا کوئی میوہ نہیں کھایا، اور اس میوہ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اُسے کھا کر میں پانی سے مستغنی ہو گیا۔"

ہر دلعزیزی | حضرتِ معروفؒ اپنے باطنی و روحانی کمالات کی وجہ سے اس درجہ ہر دلعزیز تھے کہ لوگ اپنے بچوں کا نام اُن کے نام پر رکھتے تھے اور مقصد یہ ہوتا تھا کہ شرف ہمنامی سے برکت حاصل کریں۔ حضرت سفیان بن عیینہ کی خدمت میں بغداد کا ایک وفد حاضر ہوا، آپ نے اُن سے پوچھا "کہاں سے آئے ہو؟" اُنھوں نے جواب دیا "بغداد سے" بغداد کا نام سُن کر آپ نے دریافت کیا "تمہارے عالم ابحل کا کیا حال ہے؟" اہلِ وفد نے پوچھا "وہ کون؟" حضرتِ سفیان نے فرمایا "ابو محفوظ معروف" بغدادیوں نے کہا "وہ بخیریت ہیں" حضرت سفیان نے ارشاد فرمایا "جب تک وہ بغداد میں رہیں گے، اہل بغداد بخیریت رہیں گے۔"

وفات | ۲۰۰ھ یا ۲۰۱ھ میں بغداد میں وفات پائی۔ بغداد میں ان کا مزار پر انوار بہت مشہور ہے لوگ اُس سے برکت و سعادت حاصل کرتے ہیں۔ ابراہیم الحربی کا بیان ہے "معروف کی قبر ایک آزمودہ تریاق ہے۔"